

حقیقتِ تصوف

پروفیسر طیب شاہین لودھی صاحب

(۴)

صوفیہ کا نظریہ فنا و بقا | بہت سے علماء اور بعض مستشرقین (خصوصاً نکلسن) کا خیال ہے کہ صوفیہ کا نظریہ فنا ہندی الاصل ہے، جسے سب سے پہلے ابو یزید بسطامی نے پیش کیا تھا، اور انہوں نے ابو علی سندھی سے لیا تھا۔ اکثر صوفیہ فنا کو منزل مقصود قرار دیتے ہیں۔ بعض صوفیہ اسے سلوک کی انتہا اور منزل مقصود تو نہیں سمجھتے البتہ ان کے نزدیک فنا لازمہ طریق ضرور ہے۔ کچھ اصحاب کا خیال ہے کہ فنا نہ تو مطلوب سلوک ہے اور نہ ہر سالک کے لیے لازم ہے، بلکہ یہ تو راہ سلوک کے عوارض میں شمار ہوتی ہے۔

فنا کا مادہ "فنی" ہے، فَنِيَ يَفْنِي اور فَنِيَ يَفْنِي فَنَاءً کا معنی ہے معدوم ہونا، اور کبھی کبھی اس کو اضمحلال کے معنوں میں لیا جاتا ہے۔ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے قوی مضاعف ہو جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے مَسَّ شَيْخًا فَنِيًّا۔ فقہا کہا کرتے ہیں لَا يَقْتُلُ فِي الْمَعْرَاةِ شَيْخٌ فَنِيًّا یعنی جنگ میں بوڑھے ضعیف کو نہ قتل کیا جائے۔

لفظ "فنا" کو اصحاب تصوف نے جن معنوں میں استعمال کیا ہے قرآن و سنت میں ان معنوں میں کہیں استعمال نہیں ہوا۔ صحابہ کرام، تابعین اور متقدمین اصحاب زہد کا کلام بھی

ان معنوں میں اس لفظ سے یکسر نا آشنا ہے۔ اصحاب تصوف قرآن کریم کی آیت "مُلْثٌ مِّنْ عَلَیْهَا فَاَنۢ ذَّیۡبُیۡ وَجۡہُ سَاۡیِلُکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکۡرَامِ" سے اپنے نظریہ فنا پر استدلال کرتے ہیں۔ لیکن یہاں فنا کا معنی وہ نہیں جو اصحاب تصوف مراد لیتے ہیں۔ یہاں فنا سے مراد ہلاکت اور کلیتہً معدوم ہونا ہے۔ اسی مفہوم پر قرآن مجید کی بعض دوسری آیات بھی دلالت کرتی ہیں۔ ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے کہ روئے زمین پر ہر چیز ہلاک اور معدوم ہو جائے گی اور بقا صرف ذوالجلال کو ہے۔

صوفیہ کے نزدیک فنا سے مراد یہ ہے کہ بندے کے شہود سے ہر حادث چیز معدوم ہو کر اُفقِ عدم میں اس طرح غائب ہو جائے جس طرح وہ ایجاد سے پہلے تھی۔ اور صرف حق تعالیٰ باقی رہ جائے جیسا کہ وہ ہمیشہ سے ہے۔

سید الطائف جنیدؒ بغدادیؒ کا نظریہ فنا | سید الطائف جنیدؒ بغدادیؒ اور دیگر اہل استقامت ارباب تصوف کا نظریہ فنا درحقیقت ارادہٴ ماسوا سے فنا ہے یعنی بندے کی اپنی مراد اپنے خطوط اور اپنے ارادے فنا ہو جائیں صرف مرادِ حق باقی رہ جائے۔ جنیدؒ بغدادیؒ کے نزدیک توحید کے چار مذاہج ہیں۔ توحیدِ عوام، توحیدِ علماء، توحیدِ خواص اور توحیدِ خاص الخاص۔ جنیدؒ کے نزدیک توحید کے اعلیٰ ترین درجے کا حصول فنا کے حصول کے بغیر ممکن نہیں۔ جنیدؒ نے فنا کو بھی تین مدارج میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا درجہ فنا ہے صفات ہے، یعنی بندہ اپنی صفات مذمومہ کو فنا کر دے تاکہ وہ نفس کی خواہشات کے بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا پر عمل کر سکے۔

دوسرا درجہ فنا ہے لذاتِ نفسی ہے، یعنی بندہ تمام جسمانی لذات کی خواہشات کو فنا کر دے تاکہ غیر اللہ سے تعلق بالکل ختم ہو جائے۔

تیسرا درجہ فنا الفنا ہے، یعنی پھر بندے سے فنا کا شہود بھی معدوم ہو جائے۔

جنیدؒ بغدادیؒ کا نظریہ درحقیقت ارادہٴ ماسوا سے فنا ہے۔ ان کے مندرجہ ذیل طغوتات

سے اس بات کی واضح تائید ہوتی ہے۔ جنیدؒ فرماتے ہیں:-

”تو اُس وقت تک اللہ کا بندہ نہیں بن سکتا جب تک تجھ میں غیر اللہ کی باقیات

میں سے ایک بھی موجود ہے۔“

جنیدؒ نے اس بات کی تصریح کی ہے۔ مقام فنا سالک کی منزل مقصود نہیں ہے، بلکہ اُس کی

اصل منزل مقام بقا ہے۔

فنا کی اقسام | صوفیہ کے ہاں فنا کے تین نظریے پائے جاتے ہیں:-

۱۔ اقل - ارادہ ماسوا سے فنا۔

۲۔ درجہ - شہود ماسوا سے فنا۔

۳۔ سومی - وجود ماسوا سے فنا۔

ارادہ ماسوا سے فنا | اہل حق اور اہل استقامت اصحاب فنا کا نظریہ ہے۔ اہل استقامت

فنا سے دو امور مراد لیتے ہیں۔

۱۔ اقل - شہود ربوبیت و قیومیت میں فنا یعنی سالک اس امر کا مشاہدہ کرتا ہے کہ تمام کائنات

کی تدبیر اور اس کا قیام، تخلیق و رزق برسانی، عطا کرنے اور محروم کرنے اور نفع و نقصان

دینے میں رب تعالیٰ کی ذات واحد اور منفرد ہے۔ سالک اس حقیقت کے شہود میں مستغرق ہوتا

ہے کہ تمام وجود کائنات میں الفاعلیت ہے اور تمام کائنات احکام ربوبیت کے جاری ہونے

کا محل ہے۔ سالک اپنے یا کسی اور کے نفع و نقصان پر کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ اس شہد کے متحقق

ہونے کے بعد وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر نظر رکھتا ہے اور وہ ربوبیت و قیومیت کے شہود میں

فنا ہو کر ہر ماسوا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمدہ واجبات و نوافل کو قائم رکھتا ہے۔

۲۔ درجہ - شہود ربوبیت میں فنا - اس کی حقیقت یہ ہے کہ سالک ہر ماسوا کے ارادہ

اس کی محبت، اس کی طرف انابت، ماسوا پر توکل، اس سے خوف اور اس پر امیدوں کو ختم کر کے

صرف اسی سے خوف اور اسی پر امید میں فنا ہو جاتا ہے۔ اس فنا کی حقیقت یہ ہے کہ سالک محبت

خوف و رجا اور تعظیم و اجلال میں اللہ تعالیٰ کی فراغت کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کی حالت بقول ابو یزید بسطامی یہ ہو جاتی ہے۔

”أَسْبَدُّ أَلَا أَسْبَدُّ إِلَّا مَا يَرِيْدُ“ میں چاہتا ہوں کہ میں صرف وہی چاہوں جو وہ چاہتا ہے۔

اور انہی معنوں میں حضرت مجتبیٰ بخدا کی ایک مشہور دعا منقول ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی فراغت کے شہود اور ارادہ ماسوا سے فنا کی توضیح ہوتی ہے۔ دعا کے کچھ الفاظ یہ ہیں۔

”اے اللہ! میرے قلب سے تیرے ذکر کے سوا ہر ذکر کو، تیری محبت کے سوا ہر محبت کو، تیری موت کے سوا ہر موت، تیرے اجلال کے سوا ہر اجلال کو، تیری تعظیم کے سوا ہر تعظیم کو، تیری ذات پر امید کے سوا ہر امید کو، تجھ سے خوف کے سوا ہر خوف کو، تیری طرف رغبت کے سوا ہر رغبت کو، تیرے ڈر کے سوا ہر ڈر کو اور تجھ سے سوال کے سوا ہر سوال کو محو کر دے۔“

یہ فنا کا وہ مرتبہ ہے جو سالک کو توحید کے بلند ترین ماسج پر فائز کرتا ہے۔ یہاں بندہ مومن کی مراد اللہ تعالیٰ کی مراد میں گم ہو جاتی ہے اور بندہ مومن اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک آلے کی مانند ہو جاتا ہے اور وہ اقبال کے قول ہے

”ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ“

کا مصداق چھپاتا ہے۔ اسی کی طرف مشہور حدیث ”لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالْمَوَاقِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ“ الخ اشارہ کرتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بندہ مومن اپنے رب کی محبت اور اس کے قرب کی ملاوت محسوس کرتا ہے اور اس کے قلب سے غیر اللہ کا نشان مٹ جاتا ہے۔ یہ قرب اور ایقان کی حالت ہے اور یہ علم الیقین کی حالت ہے۔

سہ العبودیۃ ص ۸۴

سہ حلیۃ الاولیاء ۱۰: ۲۸۶

کمالِ عبودیت یہ ہے کہ بندے کی مراد وہی ہو جو اللہ کی مراد ہو۔ بندہ صرف اسی چیز سے محبت کرے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور جب بندہ مومن اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے تو ماسوا سے اس کا دل بالکل پاک ہو۔ آیت قرآنی اَلَا مَنْ اَتَا اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ میں بھی یہ مفہوم پایا جاتا ہے۔ بقول ابن تیمیہ اس سے مراد وہ قلب ہے جو ہر ماسوا سے سلامت، یا غیر اللہ کی عبودیت سے سلامت یا ارادہ ماسوا سے سلامت یا محبت ماسوا سے سلامت ہو۔ یہ تمام تعبیری صحیح ہیں۔ اس مفہوم کو بقول ابن تیمیہ فنا کا نام دیا جائے یا نہ دیا جائے۔ یہ اول تا آخر اور ظاہر و باطن اسلام ہے یہ انبیاء و رسل اور اولیائے کاملین کا مقام ہے۔ یہی مقام احسان اور مقام ایقان ہے۔ اور بقول عزالدین ابن عبدالسلام مقام احسان اور مقام ایقان کے تحقق کو اہل صفا نے فنا کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

جنید بغدادی کے نظریہ فنا و بقا کے مطابق سالک اس درجہ پر پہنچ کر مقام بقا پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور بقول ابن قیمؒ جو اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی اطاعت اور اس کی مراد میں فنا ہو جاتا ہے، اسے یہ فنا مقام بقا پر پہنچا دیتی ہے۔ جنید بغدادی کے نزدیک مقام بقا فنا فی اللہ کا ثمرہ ہے۔ اور بقا باللہ کا تقاضا یہ ہے کہ سالک وادی فنا سے نکل کر حقیقت شریعہ کی وادی میں داخل ہو۔ اور سید الطائف جناب جنید ہمیشہ اسی وادی کی طرف بلاتے رہے ہیں۔ بندہ جب ارادہ ماسوا سے فنا ہو جاتا ہے تو اس کے دل میں کوئی ایسی مراد باقی نہیں رہ جاتی، جو مراد قرآنی اور نبوی سے متصادم ہو، اور رب کی مراد بندے کی مراد بن جاتی ہے، بندے کے تمام افعال و اعمال عین حق کے مطابق ہو جاتے ہیں۔ فنا کی گھاٹی سے حقیقت شریعہ کی وادی میں داخل ہونے کو نظریہ ”صحو“ سے مہوم کیا جاتا ہے۔ نظریہ صحو جنید کے تصوف کی بنیاد ہے۔

لہ العبودۃ ص ۸۵

لہ قواعد الاحکام فی صالح الانام

لہ مدارج السالکین ۳ : ۳۶۹

شہود ماسوا سے فنا | بسا اوقات سالک کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی محبت، اُس کا ذکر، اور اس کی عبودیت اس قدر غالب آ جاتے ہیں کہ اُسے اپنے معبود کے سوا کسی چیز کا شہود نہیں رہتا۔ اُس کے قلب سے غیر اللہ کے خیالی کا گزر تک نہیں ہوتا، اس کا قلب اپنے محبوب اور اپنے مطلوب میں مشغول ہو کر ہر چیز سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اُسے اپنے محبوب کے سوا کسی چیز کا شعور نہیں رہتا، حتیٰ کہ وہ موجود کی درجہ سے اپنے وجود سے بھی غائب ہو جاتا ہے۔ اپنے شہود میں مشغول ہو کر اُسے اپنے شہود تک کی خبر نہیں رہتی۔ اپنے مذکور کی درجہ سے اپنے ذکر سے فنا ہو جاتا ہے اور وہ اپنے معروف میں محو ہونے سے درجہ سے اپنی معرفت سے غائب ہو جاتا ہے اور اس کے شہود میں وہی باقی رہتا ہے جو ہمیشہ سے ہے۔ بہت سے اصحاب تصوف اس حالت کو حالِ اصطلاحاً فنا اور جمیع کا نام دیتے ہیں۔ لیکن ماسوا کا وجود معدوم نہیں ہوتا۔ ماسوا کا وجود باقی رہتا ہے، لیکن وہ سالک کے شہود سے غائب ہو جاتا ہے۔ اُس کی مثال یہ ہے کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ستارے نظر نہیں آتے ہیں اور وہ شہود سے غائب ہو جاتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ موجود ہوتے ہیں معدوم نہیں ہوتے۔ اس نظریہ کو صوفیہ نے وحدتِ شہود کا نام دیا ہے۔ شیخ احمد مجدّد الف ثانیؒ وحدتِ شہود کے قائل تھے۔ مجدّد صاحب توحیدِ شہودی کو راہِ سلوک کے ضروری امور میں شمار کرتے ہیں کیونکہ اُن کے نزدیک وحدتِ شہود کے بغیر فنا متحقق نہیں ہوتی اور عین المیقین کی دولت لاحقہ نہیں آتی۔

وجود ماسوا سے فنا | بعض متصوفہ کا نظریہ یہ ہے کہ فنا درحقیقت وجود ماسوا سے فنا ہے، یعنی وحدتِ مطلقہ میں فنا ہونا اور ہر اعتبار سے تعدد اور کثرت کی نفی کہ ناسا سی کو توحیدِ وجودی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ گویا توحیدِ وجودی کا نظریہ رکھنے والوں کے نزدیک فنا لَا هُوَ جُودٌ عَلَى الْحَقِيقَةِ إِلَّا اللَّهُ کا شہود ہے۔ ان کے نزدیک ماسوا کا وجود سرے سے ہے ہی نہیں۔ نہ شہود میں، نہ عیاں میں، اس مقام پر وہ اس شہود کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ممکن الوجود خود واجب الوجود ہے۔ یعنی تمام موجودات کا وجود عین وجود حق ہے۔ ان کے نزدیک فنا درحقیقت اس امر کا (باقی بر صغیر ۴۵)